درس ترمذی شریف

افادات: حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ
ضبط وترتیب : مولانا مفتی عبدالمنعم حقانی
معاون مفتی دارالافتاء جامعہ حقانیہ

اسلامی معاشرہ کے لازمی خدوخال

جامع امام ترمذی کے ابواب البر والصلۃ کے درسی افادات

وقار، تدبر اور عجلت پسندی کا بیان

O حدثنا محمد بن عبدالله بن بزيع اخبرنا بشربن المفضل عن قرة بن خالد عن أبي حمزة عن ابن عباس أن النبي ﷺ قال لأشج عبد القيس: إن فيك خصلتين يحبهما الله الحلم و الأناة......... وفي الباب عن الأشج العصري

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے (وفد عبدالقیس کے سردار) أشج عبدالقیس سے فرمایا۔ بیشک تیرے اندر دو خصلتیں ایسی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے۔ ایک حلم وعقل اور دوسری، وقار وتدبر اور اس باب میں أشج عصری سے بھی روایت آئی ہے۔

<u>وفد عبدالقیس کے رئیس:</u> أشج عبد القيس: ان کا نام منذر بن عائذ بن المنذر بن الحارث بن النعمان بن زياد بن عصر العصري أشج عبد القيس ہے۔ یہ قبیلہ عبدالقیس کا سردار تھا۔ ان کی نگرانی میں اس قبیلہ کا ایک بڑا وفد جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایمان لانے کے لئے حاضر ہوا اور ان سب نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ مبارک پر بیعت کی۔ وفد عبدالقیس کا سردار بڑا عقلمند اور باوقار آدمی تھا۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنی فراست سے مختصر سی مجلس میں ان کی اچھی صفات کا اندازہ لگا کر "إن فيك خصلتين الخ" کے الفاظ سے ان کی مدح سرائی فرمائی۔ اور اس کا سبب یہ تھا کہ جب یہ وفد مدینہ منورہ کو پہنچ گیا، تو دوسرے لوگ جلدی کر کے رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ گئے۔ اور أشج ان کے سامان سفر کے ساتھ رہ گئے۔ اور سامان سفر کو ترتیب کے ساتھ جمع کر کے رکھ دیا اور پھر سفر کی آلودگیوں سے پاک صاف ہو کر اچھے کپڑے پہن لئے اور پھر ادب کے ساتھ جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو حضور ﷺ نے ان کو اپنے پہلو میں جگہ دے کر قریب بٹھا دیا پھر رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا۔ کہ کیا تم اپنے اور اپنی قوم سب کے طرف سے بیعت کرتے ہو؟ تو قوم نے "ہاں" میں جواب دیدیا۔ لیکن أشج (سردار) نے کہا: اے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کسی آدمی سے اس کے دین کے

بارے میں مطالبہ کرنے سے اور کوئی چیز اس پر زیادہ سخت اور گراں نہیں ہے۔ لہذا ہم اپنے نفس پر بیعت کریں گے اور قوم کی طرف بھی قاصد بھیج دیں گے پس ان میں سے جس نے ہماری پیروی کی وہ تو ہمارا ساتھی ہے۔ اور جس نے انکار کیا ہم ان سے لڑیں گے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا صدقت ان فيك خصلتين يحبهما الله : الحلم و الأناة تم نے سچ بولا۔ تمہارے اندر دو خصلتیں ایسی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے۔ ایک عقل مندی اور دوسرا وقار۔ یعنی بے جا عجلت پسندی نہ کرنا۔

<u>أناة:</u> وقار اور سنجیدگی ان سے معلوم ہوئی کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کے پاس جانے میں جلدی نہیں کی بلکہ اس سے پہلے جو انتظام وغیرہ کرنا تھا ان کو مدنظر رکھا اور حلم وعقل مندی ان کی اس بات سے معلوم ہوئی کہ انہوں نے کہا کہ: دین بدلنے کا معاملہ بڑا سنگین ہے لہذا ہم اپنی قوم کی طرف سے بیعت نہیں کر سکتے۔ صرف اپنی طرف سے بیعت کریں گے اور قوم کو بھی قاصد بھیج دیں گے۔ اگر انہوں نے ہماری پیروی کی تو وہ بھی ہمارے بھائی ہیں۔ اور اگر انہوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا تو ہم ان سے لڑیں گے۔

<u>وفي الباب عن الأشج العصري:</u> اس باب میں اشج عصری سے بھی روایت ہوئی ہے یہ اشج عصری خود یہی وفد عبدالقیس کے رئیس ہیں۔ اپنے وفد کا واقعہ بیان کرنے میں ان سے بھی اس قسم کی روایت آئی ہے۔

O حدثنا أبو مصعب المديني أخبرنا عبدالمهيمن بن عباس بن سهل بن سعد الساعدي عن أبيه عن جده قال: قال رسول الله ﷺ : الأناة من الله والعجلة من الشيطن۔ ...... هذا حديث غريب وقد تكلم بعض أهل العلم في عبدالمهيمن بن عباس وضعفه من قبل حفظه۔

ترجمہ: عبدالمهيمن اپنے والد عباس سے اور وہ ان کے دادا سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وقار اور سنجیدگی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جلدی شیطان کی طرف سے ہے۔ یہ حدیث غریب ہے۔ اور بعض اہل العلم نے عبدالمهيمن بن عباس کے بارے میں کلام کیا ہے اور انہیں ان کے حافظہ کے بارے میں ضعیف قرار دیا ہے۔

<u>توضیح وتشریح:</u> وقار تدبر اور سنجیدگی اختیار کرنا ایک اچھی صفت ہے جیسا کہ گزشتہ روایت میں بیان ہوا کہ یہ صفت اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ پس جس نے کسی معاملہ میں سنجیدگی وقار اور تدبر سے کام لیا تو یہ اس پر اللہ تعالیٰ کا احسان و انعام ہے اور اللہ تعالیٰ کے الہام والقاء اور توفیق سے ہی بندہ اللہ تعالیٰ کے اس محبوب صفت سے متصف ہو سکتا ہے۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اس کام میں خیر و برکت زیادہ ہوگی اور پشیمانی کی نوبت نہیں آئے گی۔

اور عجلت پسندی شیطان کی طرف سے ہے۔ یعنی اس پر برانگیختہ کرنا شیطان کا کام ہے۔ اور شیطان اپنے

مکروفریب اور وسوسہ سے انسان کو عجلت پر آمادہ کرتا ہے تا کہ وہ غور وفکر نہ کر سکے اور اس کام کے نتیجے میں آنے والے عواقب سے بے خبر رہ کر خطرات اور ہلاکت سے دوچار ہو جائے۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ انجام نقصان اٹھانا پڑے گا اور پشیمانی ہوگی۔

کس قسم کی جلدی کرنا شرعاً مذموم ہے؟ پھر وہ عجلت اور جلدی مذموم ہے جو کسی ایسے کام میں ہو جس کا خیر ہونا یقینی نہ ہو ورنہ جو کام اعمال صالحہ میں سے ہو اور اللہ تعالیٰ کی طاعت وعبادت ہو اس میں توقف اور اندیشہ کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ بلکہ اس میں جلدی مسارعت اور ایک دوسرے سے سبقت حاصل کرنا مطلوب ہے' چنانچہ انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ إنهم كانوا يسارعون في الخيرات (الاية) یہ انبیاء کرام علیہم السلام اعمال خیر میں جلدی کیا کرتے تھے۔

نیز اللہ تعالیٰ حکم فرماتا ہے۔ وسارعوا الى مغفرة من ربكم وجنة (الاية) اپنے رب کی مغفرت اور جنت کی طرف دوڑو! اور حدیث میں ہے: بادروا بالاعمال فتنا الحديث ۔یعنی خطرناک فتنے آنے سے پہلے نیک اعمال میں ایک دوسرے سے سبقت حاصل کرو۔

نیز اطاعت وعبادت کی طرف رغبت کے ساتھ جلدی اور مسارعت مطلوب ہے لیکن نفس عبادت کے اندر جلدی اور عجلت پسندی ٹھیک نہیں بشرطیکہ فوت ہو جانے یا کسی وجہ سے نقص آنے کا خوف نہ ہو۔ کیونکہ عجلت کرنے سے عموماً عبادت میں خشوع نہیں رہ جاتی۔ جیسا کہ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں۔

بون بين المسارعة والمبادرة إلى الطاعات وبين العجلة في نفس العبادات فالأول محمود والثاني مذموم ۔انتهى (از تحفۃ الاحوذی)

یعنی طاعات وعبادات کی طرف سبقت اور پیش قدمی' اور نفس عبادات میں جلدی کرنے کے درمیان بون بعید ہے۔ پہلا محمود اور قابل ستائش ہے اور دوسرا مذموم اور قابل ملامت ہے۔

راوی حدیث عبدالمہیمن بن عباس: وقد تكلم بعض أهل العلم في عبد المهيمن بن عباس وضعفه من قبل حفظه:

عبدالمہیمن بن عباس کے بارے میں بعض علماء نے کلام کیا ہے۔ اور ان کو ان کے حافظہ کی بناء پر ضعیف قرار دیا۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ حافظہ کے اعتبار سے تو بعض نے ان کے بارے میں طعن کیا ہے لیکن ان کی عدالت اور ثقاہت میں کلام نہیں ہے پس وہ عدل اور ثقہ ہیں لہذا ان کا معاملہ سہل اور آسان ہے' لیکن بعض دیگر محدثین نے ان کو غیر ثقہ اور ضعیف قرار دیا ہے۔

باب ماجاء فی الرفق

نرم مزاجی کا بیان

○ حدثنا ابن أبي عمر أخبرنا سفيان عن عمرو بن دينار عن ابن أبي مليكة عن يعلى بن مملك عن ام الدرداء عن أبي الدرداء عن النبي ﷺ قال من أعطي حظه من الرفق فقد أعطي حظه من الخير. ومن حرم حظه من الرفق فقد حرم حظه من الخير......... وفي الباب عن عائشة وجرير بن عبدالله وأبي هريرة .... هذا حديث حسن صحيح۔

ترجمہ: حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جس کو لطف اور نرمی میں سے اس کا حصہ دیا گیا' تو اس کو خیر سے اس کا حصہ دیا گیا۔ اور جو آدمی لطف و نرمی میں اپنے حصہ سے محروم رکھا گیا تو وہ اپنا حصہ ء خیر سے محروم رکھا گیا۔ اور اس باب حضرت عائشہ صدیقہؓ حضرت جریر بن عبداللہ اور حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ اجمعین سے بھی روایت ہوئی ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

<u>توضیح وتشریح:</u> رفق' نرمی اور نرم مزاجی کو کہا جاتا ہے۔ یہ سختی اور شدت کی ضد اور مقابل ہے۔ گھر والوں کے ساتھ' پڑوس والوں کے ساتھ' دوستوں اور ساتھیوں سے نرم مزاجی اختیار کرنا اور ہر کام میں بہتر اور آسان پہلو پر عمل کرنا' شدت اور سخت مزاجی سے اجتناب کرنا۔ یہ ایک بہترین صفت ہے' یہاں تک کہ تمام بہتری اور خیر اسی کے ساتھ وابستہ ہے۔ جس کو رفق اور نرم مزاجی دی گئی اس کو خیر دیا گیا اور جو نرم مزاجی سے محروم ہو وہ خیر سے محروم ہے۔ اور جس میں جس قدر لطف اور نرم مزاجی زیادہ ہو اس قدر اس میں خیر زیادہ ہوگا۔ اور جس میں جس قدر رفق اور لطف کم ہو اس قدر اس میں خیر بھی کم ہوگا۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی مرفوع روایت میں ہے:

ان الله رفيق يحب الرفق في الامر كله۔ یعنی اللہ تعالیٰ لطف اور نرمی کرنے والا ہے۔ ہر معاملہ میں لطف اور نرمی کو پسند فرماتا ہے: حضرت عائشہؓ کی اس روایت کی طرف امام ترمذی رحمہ اللہ علیہ نے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: وفي الباب عن عائشه الخ ۔

پس رفق اور نرم مزاج بھی اللہ تعالیٰ کو پسندیدہ صفت ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ کی نرم دلی اور خوش اخلاقی کو قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت قرار دیا گیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: فبما رحمة من الله لنت لهم ولو كنت فظا غليظ القلب لا نفضوا من حولك (الآیۃ) ۱۵۹۔ ال عمران) ترجمہ: سو کچھ اللہ ہی کی رحمت ہے جو تو نرم دل مل گیا ان کو اور اگر تو ہوتا تند خو سخت دل تو متفرق ہوجاتے تیرے پاس سے

دین کی تعلیم وتربیت دینے والوں کے لئے مقام عبرت:

اس میں تمام مسلمانوں کیلئے نرم خوئی اور خوش اخلاقی سیکھنے کا سبق دیا گیا ہے۔ خصوصاً ان لوگوں کو جو دعوت' تعلیم وتبلیغ اور اصلاح وارشاد کے فرائض انجام دے رہے ہوں' ان کے لئے اپنے اندر یہ صفات پیدا کرنا ضروری ہے کہ لطف اور نرم مزاجی ہی کی بدولت لوگ ان سے قریب ہونے کو پسند کریں گے اور ان سے استفادہ کریں گے۔ اگر ایسے لوگ تندخو' سخت مزاج اور سخت دل ہوں گے تو لوگ ان سے قریب ہونے کی بجائے ان سے دور بھاگ جائیں گے۔ پھر ان لوگوں کا علم وفضل اور قابلیت ان فرائض کے انجام دینے میں کارآمد ثابت نہیں ہوگا۔ کیونکہ تندخوئی اور سخت دلی کی صورت میں جناب رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: لانفضوا من حولک کہ یہ لوگ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین) ضرور آپ کے پاس سے منتشر ہوجاتے تو آپ ﷺ کے بعد کون ہوگا کہ تندمزاج اور سنگ دل ہونے کے باوجود لوگ اس کے پاس بیٹھ بیٹھ کر اس سے استفادہ کرینگے؟ یا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے زیادہ دین کا شیدائی کون ہوگا جو اس کی بدخوئی کے باوجود بھی اسکے پاس بیٹھ کر تحمل کیساتھ دین کی تعلیم حاصل کرتے رہیں گے؟

باب ماجاء فی دعوة المظلوم

مظلوم کی بددعا کا بیان

○ حدثنا ابو كريب أخبرنا وكيع عن زكريا بن اسحاق عن يحيى بن عبدالله بن صيفي عن معبد عن ابن عباس: أن رسول الله ﷺ بعث معاذا إلى اليمن فقال: إتق دعوة المظلوم فانه ليس بينها وبين الله حجاب ..... هذا حديث حسن صحيح. و أبوسعيد اسمه نافذ..... وفي الباب عن أنس وأبي هريرة وعبدالله بن عمر وأبي سعيد.

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حاکم مقرر کر کے یمن کو بھیجا تو ان سے فرمایا مظلوم کی بددعا سے بچتے رہو' کیونکہ یقیناً اس کی دعا اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی چیز حائل ومانع نہیں ہوتی۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔۔۔۔ اور ابوسعید جو ہیں ان کا نام نافذ ہے۔ اور اس باب میں حضرت انس' حضرت ابوہریرہ' حضرت عبداللہ بن عمرو اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے بھی روایات آئی ہیں۔

توضیح وتشریح: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ کو جناب رسول اللہ ﷺ نے یمن کا گورنر مقرر کر کے بھیجا تھا ان کو بھیجتے وقت جناب رسول اللہ ﷺ نے انہیں بہ ..... اور مفید نصیحتیں ارشاد فرمائی تھیں۔ ایک اہم نصیحت یہ

ارشاد فرمائی کہ مظلوم کی بددعا سے بچتے رہو کیونکہ اس کا اللہ تعالیٰ کے دربار میں پہنچنے سے کوئی چیز مانع اور رکاوٹ نہیں ہوتی۔ بلکہ مظلوم کی بددعا جلد ہی اللہ تعالیٰ کے دربار میں شرف قبولیت حاصل کر لیتی ہے۔ اور اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ کسی کے ساتھ ظلم مت کرو کہ وہ مظلوم واقع ہو کر دکھے دل سے تیرے حق میں بددعا کرنے لگے کیونکہ ایسی دعا جلد ہی قبول ہو جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے دین و دنیا دونوں کی تباہی یقینی ہے۔

چنانچہ قاضی اور حاکم اپنے زیر عدالت عام مسلمانوں کے حقوق اور ان کے درمیان عدل و انصاف قائم کرنے کے ذمہ دار ہوتے ہیں اور حکومتی مناصب میں ظلم ہونے کا زیادہ خطرہ موجود رہتا ہے۔ اس وجہ سے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن کا حاکم بنانے کے وقت خصوصیت کے ساتھ جناب رسول اللہ ﷺ نے مظلوم کی بددعا سے بچنے کی تاکید فرمائی۔ پس اس ارشاد میں ہر قسم کے مظالم سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے۔

<u>مظلوم کی بددعا کیوں مقبول ہے؟</u> فإنه ليس بينها وبين الله حجاب:

یعنی مظلوم کی بددعا اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی پردہ اور حائل نہیں ہوتا۔ یعنی مظلوم کی بددعا جلد ہی قبول ہو جاتی ہے، نیز اس کی بددعا کا مقبول ہونا یقینی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ مظلوم دراصل کمزور ضعیف اور بے سہارا ہوتا ہے۔ اگر وہ کمزور نہ ہوتا تو وہ خود اپنی مدد آپ کی بناء پر اپنے آپ کو ظلم سے بچاتا اور مظلوم واقع نہ ہوتا۔ لیکن جب مظلوم واقع ہوا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت نہ وہ خود اپنا دفاع کر سکتا ہے اور نہ ہی مخلوق میں اس کا اور کوئی سہارا موجود ہے۔ تو اس حالت میں اس کی پوری توجہ اللہ تعالیٰ کی غیبی مدد حاصل کرنے کی طرف ہو جاتی ہے۔ اور صرف اللہ تعالیٰ کو اپنا مشکل کشا اور مددگار جان کر اسی کو پکارتا ہے اس وقت اس کی توحید کامل درجہ کی ہو جاتی ہے اور اخلاص زیادہ ہو جاتا۔ غیر اللہ کی طرف توجہ ہی نہیں ہوتی ہے۔ ایسی حالت میں جو دعا مانگی جائے، اللہ تعالیٰ اس کو ضرور قبول فرما لیتا ہے۔ بالخصوص جب یہ ظلم ایسے آدمی کی طرف سے ہو جس کے دربار میں لوگ انصاف طلب کرنے کے لئے آتے ہوں۔ چنانچہ حاکم اور قاضی تو اس لئے مقرر ہوتے ہیں کہ مظلوموں کی دادرسی کرے، جس پر ظلم ہو رہا ہو وہ حاکم اور قاضی کے پاس جا کر ان سے فریاد کرتا ہے اور حاکم کا فرض ہے کہ اس کو ظالموں سے اس کا حق دلا کر ظلم سے اس کو بچائے۔ لیکن جب حکمران، قاضی اور حاکم خود ظالم بن جائے اور اس پر ظلم کرنے لگے، تو پھر وہ بیچارا روئے زمین پر کس سے انصاف طلب کرے گا؟ اس لئے وہ حاکم اعلیٰ کی عدالت میں درخواست کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو پکار کر ظالم کے ظلم سے نجات مانگتا ہے۔ پس انصاف اور عقل کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اس دربار عالیہ میں ضرور یہ درخواست منظور ہو جائے اور وہاں سے اس کو مدد مل جائے۔ اس وجہ سے روایات میں ہے کہ مظلوم اگر کافر ہو تو تب بھی اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔ نیز یہ بھی روایات میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مظلوم کی مدد کرنے کا وعدہ فرمالیا ہے اگرچہ کچھ عرصہ بعد ہو۔ لہٰذا مظلوم کی بددعا سے ڈرنا چاہیے۔

بترس از آہ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن
اجابت از درحق بہر استقبال مے آید